حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کے عظیم نمونے

جلسہ کے میز بانوں اور مہمانوں کو قیمتی نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ / جولائی ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

جلسہ کے دن جوں جوں قریب آ رہے ہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان بھی دنیا کے مختلف ممالک سے یہاں جمع ہو رہے ہیں اور کچھ دنوں سے ایسی ایسی صورتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے دکھائی دے رہی ہیں جن کو دیکھے ہوئے مدتیں گزر گئی تھیں۔ سادہ غریب لوگ جن کے ذہن میں بھی کبھی انگلستان آنے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ غالب نے تو تکلفاً کہا ہے کہ

لکھنو آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی

ہوس سیر و تماشہ سو وہ کم ہے ہم کو (دیوانِ غالب صفحہ:۲۰۱)

لیکن یہاں یقیناً بلا شبہ یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُن مہمانوں پر صادق آتا ہے جن کو پنجاب میں رہتے ہوئے بھی لاہور دیکھنے کا شوق نہیں تھا اور سندھ میں رہتے ہوئے بھی کراچی دیکھنے کا شوق نہیں تھا اپنے اردگرد کے قصبوں میں بھی ضرورت سے جایا کرتے تھے تو ہوس سیر و تماشہ تو کوئی نہیں اس لئے ان مہمانوں کی بھاری تعداد ایسی ہے جو محض للہ بہت صعوبتیں اُٹھا کر، بہت خرچ کر کے بلکہ بہت سی صورتوں میں توفیق سے بڑھ کر اور آئندہ سالوں کی آمدن پر انحصار کرتے ہوئے قرضے لے کر بھی یہاں پہنچے ہیں یا پہنچ رہے ہیں اور پہنچیں گے۔ ان سب مہمانوں کی

عزت افزائی اسی طرح ہونی چاہئے جیسے خدا کے مہمانوں کی عزت افزائی کا حق ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان آپ کے ذاتی مہمان تو نہیں ہیں اللہ ہی کے مہمان ہیں اللہ ہی کی خاطر اُن کے مہمان بنے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بار بار یہ خبر دی تھی کہ بہت دور سے کثرت کے ساتھ لوگ تیرے پاس آئیں گے۔

ان پیش خبریوں میں جو عطا فرمائی گئیں عجیب بات یہ ہے کہ قادیان آنے کا ذکر نہیں ملتا بلکہ ''تیرے پاس'' آنے کا ذکر ملتا ہے۔ میں نے جب اس مضمون پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ خلیفہ وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں آپ کا نمائندہ ہے اس لئے وہ ربوہ میں ہو یا کسی اور شہر میں مہمانوں کے رخ اُسی کی طرف پھر جاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ الہام بڑی شان کے ساتھ بار بار اسی طرح پورا ہوتا ہے۔

لندن کے لوگوں پر مہمانوں کا سب سے زیادہ مہمانی کا بوجھ پڑتا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ لندن کے لوگ اس بوجھ کو پھولوں کی طرح ہلکا سمجھتے ہوئے بڑی محبت اور اخلاص کے ساتھ خدمات بجا لاتے ہیں اور ایسے بھی گھر ہیں جہاں چار پانچ کی بجائے چالیس پچاس افراد اُن چھوٹے سے گھروں میں بسیرا کر لیتے ہیں اور ربوہ اور قادیان کی وہ پرانی یادیں آجاتی ہیں کہ وہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان اسی طرح بعض گھروں میں اس طرح سمٹ جایا کرتے تھے کہ یقین نہیں آیا کرتا تھا کہ چھوٹے سے گھر میں اتنے احباب اکٹھے ہو سکتے ہیں لیکن جیسا کہ قرآنی تعلیم ہے کہ دونوں طرف کے حقوق ہوا کرتے ہیں۔ مہمانوں کے بھی حقوق ہیں اور میزبانوں کے بھی حقوق ہیں اور جلسہ سے پہلے جمعہ پر عموماً یہی دستور رہے کہ مہمانوں کو مہمانوں کے فرائض اور اُن کے میزبانوں کو اُن کے مہمانوں کے حقوق بتائے جائیں۔ اسی طرح مہمانوں کو میزبانوں کے حقوق اور میزبانوں کو اُن کے فرائض بتائے جائیں۔ وہ فرائض جو میزبانوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت کے خون میں رچ بس چکے ہیں۔ اس کثرت سے جماعت میں مہمان نوازی کی عادت ہے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسی قوم ہو جہاں اس کثرت کے ساتھ مہمان آتے ہوں اور مہمانوں کو محبت کے ساتھ اور شوق کے ساتھ قبول کیا جاتا ہو اور اس کی بڑی وجہ جلسہ سالانہ کی Institution ہے یعنی نظام جلسہ سالانہ نے ہمارے اخلاق پر بہت عمدہ اور گہرا اثر مترتب فرمایا ہے اور اس کا نتیجہ یہ

نکلا ہے کہ دور کے مہمانوں سے بھی اجنبیت نہیں رہی اور یہ روزمرہ کی زندگی کا حصہ بن چکے ہیں بلکہ جلسہ سالانہ میں مہمانوں کو گھر ٹھہرا کر جو روحانی لذتیں میزبانوں کو ملتی ہیں ان کی یاد اگلے جلسہ تک مچلتی رہتی ہے کہ کب پھر وہ دن آئیں اور پھر ہمیں میزبانی کی توفیق عطا ہو اور دوران سال بھی اس کے نیک اثر اُن کے جذبہ مہمان نوازی کو بڑھا کر، فزوں تر کر کے اُن کے روزمرہ کے اخلاق پر اچھا اثر ڈالتے رہتے ہیں۔

پس اس پہلو سے جب بھی دنیا کی قوموں پر نظر ڈالتا ہوں تو بلاشبہ پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مہمان نوازی میں جماعت احمدیہ سے بڑھ کر کوئی تجربہ کار قوم نہیں ہے۔ مہمان نواز تو بہت ہیں عربوں میں بڑی مہمان نوازی ہے اسی طرح بعض دوسری قوموں میں بھی بہت مہمان نوازی ہے اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ احمدی باقیوں سے بڑھ کر مہمان نواز ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جتنی مہمان نوازی کا تجربہ احمدیوں کو ہوتا ہے دنیا کے پردے پر کسی اور قوم کو ایسا تجربہ نہیں کیونکہ جب ایک دوسرے کے شہروں میں سیر کے لئے بھی جائیں تو بسا اوقات احمدی گھروں میں جگہ ڈھونڈی جاتی ہے اور احمدی گھر بھی شوق سے وہ جگہیں سیاحوں کو پیش کرتے ہیں تو اس لئے چونکہ یہ تجربے بہت کثرت کے ساتھ ہو رہے ہیں اور ان کا اخلاق پر بڑا اچھا اثر بھی پڑ رہا ہے اور برا بھی پڑ سکتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لئے، آئندہ زمانوں کے لئے اسی طرح اخلاق پر اثرات جاری ہو سکتے ہیں۔ پس اس پہلو سے چند نصائح ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ ان کے اوپر پوری توجہ فرمائیں گے اور جیسا کہ پہلے ہی آپ کا مزاج مہمان نوازی کا مزاج ہے اور اسوہ انبیاءؑ کے تابع ہے ان نصائح کے بعد آپ ان فرائض کو اور بھی حسن خلق کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق ملے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کے چند واقعات خالد مارچ ۱۹۹۱ء میں چھپے تھے وہیں سے یہ واقعات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس کے بعد کسی اور نصیحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

''مولوی عبداللہ سنوری صاحبؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ بیت مبارک میں ساتھ والے حجرہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ کھڑکی پر لالہ شرمپت یا شاید لالہ ملاوامل نے دستک دی میں

اُٹھ کر دروازہ کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے پہلے جا کر دروازہ کا کنڈہ کھول دیا اور پھر اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔‘‘

یہاں واقعہ تو بہت چھوٹا سا ہے لیکن ایک ایسا سبق ہے جو ہماری ساری مہمان نوازی کو الٰہی رنگ دے سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ مہمان کی تکریم ہونی چاہئے اور میں اس غرض سے اُٹھا ہوں اس صورت میں مہمان نوازی کا سارا سہرا مہمان نواز کے سر باندھا جاتا۔ بات وہاں تک رک جاتی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنے تک رکھنے کی بجائے اپنے آقا و مولا حضرت اقدس محمد ﷺ کی طرف روانہ کر دیا گویا خود قبلہ نہ بنے بلکہ قبلہ نما ہو گئے اور بہت بڑی نصیحت فرمائی ہے کہ اگر تم اس خیال سے حسن خلق کا مظاہرہ کرتے ہو کہ حضرت اقدس محمد ﷺ نے یہ فرمایا یا ایسا کیا کرتے تھے تو حسن خلق میں مزید ایک حسن پیدا ہو جائے گا جسے قرآنی اصطلاح میں نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ کہہ سکتے ہیں۔ ایک حسن تو وہ ہے جو آپ کی فطرت سے پھوٹا ہے آپ کی فطرت کا حصہ ہے اس میں کسی تصنّع کسی بناوٹ کا دخل نہیں اور ایک وہ حسن ہے جو آسمان سے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا جس کا ذکر قرآن کریم نے نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ کہہ کر فرمایا اگر اس نور سے ہم حصہ پائیں اور اپنے فطری نور کو اور زیادہ صیقل کر لیں تو اس صورت میں یہ مہمان نوازی، مہمان نوازی ہی نہیں رہتی بلکہ عبادت بن جاتی ہے۔

مہمان کی ضرورت کا خیال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر رہتا تھا اور اس باریکی سے آپ خیال فرماتے تھے کہ جب کوئی مہمان روانہ ہونے لگے تو اندازہ لگایا کرتے تھے کہ اگلے شہر میں جہاں کھانا میسر ہے کتنی دیر میں پہنچے گا اور اگر رستے میں کھانے کا وقت آئے تو کبھی بھی زادِ راہ ساتھ مہیا کئے بغیر روانہ نہیں فرماتے تھے۔

> قریشی محمد عثمان صاحب فرماتے ہیں ’’جب میں حضور سے رخصت ہونے لگا تو فرمایا بٹالہ دو بجے کے قریب پہنچو گے راستہ میں کھانے کا وقت آجائے گا اس لئے یہاں سے ہی کھانا ساتھ کئے دیتے ہیں چنانچہ حضورؑ نے حضرت اماں جانؓ سے کہہ کر کھانا تیار کروا کر ہمارے ساتھ دیا۔‘‘

اس زمانہ میں اس طرح باقاعدہ لنگر خانہ جاری نہیں تھا جس طرح آج کل ہے اور بہت سا بوجھ حضرت اماں جانؓ خود اُٹھایا کرتی تھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بے تکلفی سے آپ کو ضروریات بتا دیا کرتے تھے چنانچہ اس مہمان نوازی میں بھی حضرت اماں جانؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہت ساتھ دیا ہے اور جب تک بیویاں خاوندوں کا ساتھ نہ دیں مہمان نوازی کے حق ادا نہیں ہو سکتے اس لئے مردوں کو چاہئے کہ اپنی عورتوں کو بھی مہمان نوازی کے اخلاق سمجھائیں اور اپنے اعلیٰ نمونے سے ان کے اندر مہمان نوازی کے جذبے پیدا کریں۔ یہ کام ایک دو دن کا نہیں ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ سارا سال آپ اپنی بیوی سے بدخلقی کا مظاہرہ کرتے رہیں اور جب مہمان آئے تو اس کو نصیحت کریں کہ مہمانوں سے حسن خلق سے پیش آنا چاہئے اس لئے تم میرا ہاتھ بٹاؤ۔ ایسی صورت میں بیوی کبھی بھی سچے دل سے اپنے خاوند کا ہاتھ نہیں بٹا سکتی لیکن وہ خاوند جو آنحضرت ﷺ کی طرح روزمرہ کی زندگی میں اپنی ازواج سے حسن سلوک کرتے ہیں ان کے بوجھ بانٹتے ہیں، ان پر بوجھ نہیں ڈالتے، جہاں تک استطاعت ہو اپنے کام خود کرتے ہیں اور جہاں دیکھا کہ بیوی پر زیادہ بوجھ پڑ رہا ہے تو ساتھ مل کر خدمت میں شامل ہو جاتے ہیں ایسی بیویاں ضرورت کے وقت اپنی جان فدا کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتی ہیں۔ پس محض ایک وقت کی نصیحت کی بات نہیں سارے سال کا حسن خلق ہے جو موسم پر پھل دیتا ہے اور جب مہمان نوازی کے موسم آتے ہیں تو یہی میٹھے پھل ہیں جو آپ کی سارا سال کی محنتوں کو لگتے ہیں۔ پس آپ یوں ہی نہ سمجھیں کہ آپ ہاتھ بڑھائیں گے تو پھل آ جائے گا۔ اس پھل کو لانے کے لئے پانی لانا پڑتا ہے، سارا سال محنت کرنی پڑتی ہے، درخت کی سیرابی اور اس کی خوراک کے انتظام کئے جاتے ہیں تب جا کر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ درخت پھل آنے کے موسم میں پھل دیتا ہے۔ حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب فرماتے ہیں۔

> ''ایک بار میں اور میری والدہ قادیان آئے ہوئے تھے۔ ہم واپس ہونے لگے تو حضور ہمارے یکہ پر سوار ہونے کی جگہ تک ساتھ تشریف لائے اور ہمارے راستہ کے لئے کھانا منگوایا۔ وہ کھانا لنگر خانے والوں نے کسی کپڑے میں باندھ کر نہ بھیجا تھا۔ تب حضرت اقدس نے اپنے عمامہ سے قریباً ایک گز کپڑا پھاڑ کر اس میں روٹی کو باندھ دیا۔'' (ذکر حبیبؑ از حضرت مفتی محمد صادق صفحہ: ۴۵)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کپورتھلوی نے بیان کیا کہ

”دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آکر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اُتارے جائیں اور سامان لایا جائے۔...“

یہ منی پور کلکتہ کے قریب ہے اور بہت دور کا فاصلہ اس زمانے میں جبکہ ریل گاڑیوں کے انتظام بھی اچھے نہیں تھے اور گاڑیاں سست رفتار کی ہوا کرتی تھیں سفر کی سہولتیں مہیا نہیں ہوا کرتی تھیں، منی پور سے کسی کا آنا ویسا ہی تھا، جیسے کسی دور کے ملک سے آرہا ہو۔ بہت بڑی بات تھی۔ تو حضرت منشی ظفر احمد فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے بسترے اُتارے جائیں اور سامان لایا جائے اور چارپائی بچھائی جائے تو خادمان نے کہا آپ اپنا سامان خود اتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔

یہ پنجابی طرز بیان ہے پنجاب میں مہمان نوازی ہو بھی تو بعض دفعہ ایسی اکھڑ بات کر دیتے ہیں کہ مہمان کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ جب اخلاق سے بھی بات کرتے ہیں تو جو منجھے ہوئے لوگ ہیں ان کو اس بات پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیسی بات کر گئے ہیں۔ تو پنجابی مہمان ہمارے کافی آئیں گے ان کو یہ خصوصیت سے یہ سمجھنا چاہئے کہ اپنے اندر انداز بیان، طرز بیان میں ملائمت پیدا کریں اور موقع محل کے مطابق بات کیا کریں۔ مجھے یاد ہے ہم کئی دفعہ دیہات میں جایا کرتے تھے تو بڑی عزت کے ساتھ پیش آتے تھے، بہت ہی قربانی سے بہت محنت سے مہمان نوازی کرتے تھے لیکن آداب گفتگو نہیں ہے۔ میں نے مثلاً کسی کو کہا کہ مرغ کا سالن اچھا بنا ہوا ہے آپ بھی لے لیں تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو کھاتے ہی رہتے ہیں، آپ کھائیں۔ اب یہ طرز بیان ہے اس میں بڑی سادگی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ کوئی چھیڑا گیا ہے یا یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کو مرغا کھانے کو نہیں ملتا لیکن ایک انداز بیان ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانے کے مہمان خانہ کے جو ملازم تھے وہ سادہ لوگ تھے ان کو پتا نہیں تھا کہ کیسے گفتگو کی جاتی ہے۔ چنانچہ جب مہمانوں نے یہ بات سنی تو اسی وقت رخصت ہوئے اور یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے“۔ منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں۔ ”میں نے عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے ”جانے دو ایسے جلد بازوں کو“۔

وہ بھی آگے سے پنجابی تھے مگر ان پر نور نبوت ابھی پوری طرح چمکا نہیں تھا۔ پنجابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی تھے لیکن جب آسمان سے نور نازل ہوتا ہے تو پھر کوئی صوبہ کوئی ملک باقی نہیں رہا کرتا لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ کا نور ہے جو اس شان سے چمکتا ہے کہ اس میں نہ رنگ نہ نسل نہ جغرافیائی تمیزیں کچھ بھی باقی نہیں رہتی۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا مشکل ہو گیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم پیچھے چل پڑے چند خدام بھی ہمراہ تھے میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب جا کر ان کا یکہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اُتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا۔ چنانچہ وہ واپس آئے حضور نے یکہ میں سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا کہ میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ تھے اور وہ سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے حضورؑ نے ان کے خود بستر اُتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اُتار لیا حضورؑ نے اُسی وقت دو نواری پلنگ منگوائے اور اُن پر اُن کے بستر کر دیئے اور اُن سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کہ اس طرف تو چاول کھائے جاتے ہیں اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا غرضیکہ اُن کی تمام ضروریات اپنے سامنے پیش فرمائیں اور جب تک کھانا نہ آیا وہیں ٹھہرے رہے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دور سے آتا ہے راستہ کی تکلیف اور صعوبتیں برداشت کرتا ہوا یہاں پہنچ کر سمجھتا ہے کہ اب میں منزل پر پہنچ گیا ہوں اگر یہاں آکر بھی اُسے تکلیف ہو تو یقیناً اُس کی دل شکنی ہو گی ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔''

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ چہارم روایت نمبر ۱۰۶۹ صفحہ ۵۶ تا ۵۷)

یہ جو واقع ہے اس میں صرف مہمان نوازی کا سبق نہیں ملتا اور بھی بہت باریک اخلاقی اسباق ہیں۔ عام طور پر لوگ مہمان کی بے عزّتی دیکھ کر اپنے نوکروں کی بے عزتی کرنا واجب سمجھتے ہیں کہ انہوں

نے چونکہ مہمان سے بد خلقی کی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اب ان پر برسیں اور اتنا ذلیل اور خوار کریں، ایسی گالیاں دیں، ایسی سزائیں دیں کہ ان کو سمجھ آجائے کہ آئندہ مہمان سے کیسے سلوک کیا جاتا ہے۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سمجھانے کا انداز تھا ان کو پوچھا بھی نہیں۔ یہ بھی پتا نہیں کیا کہ وہ کون لوگ تھے؟ جنہوں نے ایسی بات کی۔ خود روانہ ہوئے، خود سامان اُتارنے کے لئے ہاتھ بڑھائے، خود ان کے کھانے کا انتظام کیا اور جب سب سیر ہو گئے اور طبیعتیں بھر گئیں اور اطمینان نصیب ہو گیا تب بغیر ان کا نام لئے ایک عمومی نصیحت فرما کر لوگوں کو ایک اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم دی۔

حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب کا بیان ہے کہ

''غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا مجھے حضرت صاحبؑ نے بیت مبارک میں بٹھایا جو کہ اسوقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔'' (ذکر حبیب صفحہ: ۴۵)

اب تو آپ میں بہت سے قادیان سے ہو آئے ہیں، جلسہ دیکھ آئے ہیں اللہ کے فضل سے مسجد مبارک بہت بڑی ہو گئی ہے۔ اس وقت ایک چھوٹے حجرے کے، ایک چھوٹے سے کمرے کے برابر تھی۔ حجرہ نہیں لیکن کچھ بڑا کمرہ سمجھ لیجئے۔ فرمایا:

''آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپؑ اندر تشریف لے گئے میرا خیال تھا کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد جبکہ کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اُٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھایئے میں پانی لاتا ہوں۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتداء ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہئے۔ (ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۳۲۷)

یہ کیسا اچھا نتیجہ حضرت مفتی محمد صادقؓ نے نکالا یہی نتیجہ آج ہم سب کو نکالنا چاہئے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضورؑ بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر پلنگ اُٹھا لائے میں نے اُٹھانا چاہا تو حضورؑ نے فرمایا یہ

زیادہ بھاری ہے آپ سے نہیں اُٹھے گا۔فرمایا آپ پلنگ پر بیٹھ جائیں مجھے یہاں نیچے زیادہ آرام معلوم ہوتا ہے۔ مجھے پیاس لگی تھی میں نے گھڑے کی طرف دیکھا وہاں پانی پینے کے لئے کوئی برتن نہیں تھا آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کیا آپ کو پیاس لگ رہی ہے؟ میں پانی پینے کے لئے برتن لاتا ہوں۔ نیچے زنانے میں جاکر آپ گلاس لے کر آئے۔ پھر فرمایا ذرا ٹھہریئے اور پھر نیچے گئے اور وہاں سے دو بوتلیں شربت کی لے آئے جو منی پور سے کسی نے بھیجی تھیں۔...“

مجھے خیال آیا کہ شاید وہی دو مہمان ہیں جنہوں نے اپنے اظہار محبت کے بیان کی خاطر جاکر دو بوتلیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میٹھی مہمان نوازی کی یاد میں بھیجی ہوں گی۔ فرمایا

”... ان بوتلوں کو رکھے ہوئے بہت دن ہو گئے کیونکہ ہم نے نیت کی تھی کہ پہلے کسی دوست کو پلا کر خود پئیں گے آج مجھے یاد آ گیا۔ چنانچہ آپ نے گلاس میں شربت بنا کر مجھے دیا میں نے کہا حضورؑ پہلے اس میں سے تھوڑا پی لیں تو میں پھر پیئوں گا آپ نے ایک گھونٹ پی کر مجھے دے دیا۔...“

جو پہلی بات تھی اس میں بھی تکلف نہیں تھا۔ اگر تکلف ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زور دیتے کہ نہیں میں نے تو اتنی دیر سے سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں پہلے تم پیئو پھر میں پیئوں گا یہ بھی ایک مصنوعی انداز ہو جاتا۔ کیسی صاف پاکیزہ بے تکلف طبیعت تھی۔ اپنے اس مدت کے ارادے کو ایک طرف کر دیا اور مہمان کی دلداری کی خاطر جو تبرک چاہتا تھا آپؑ نے پہلے پی لیا تو گویا پہلے بھی مہمان کی دلداری مقصود تھی اپنی بڑائی مقصود نہیں تھی۔ پس جب مہمان ہی نے تقاضا کیا کہ پہلے آپؑ پی لیں تو آپؑ نے بے تکلف پہلے پی لیا۔ فرماتے ہیں۔

”... آپؑ نے ایک گھونٹ پی کر مجھے دے دیا اور میں نے پی لیا میں نے شربت کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا ایک بوتل آپ لے جائیں اور ایک باہر دوستوں کو پلا دیں آپؑ نے ان دونوں بوتلوں سے وہی ایک گھونٹ پیا ہوگا۔...“

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ:۱۶۸)

”ایک دفعہ بڑی رات گئے ایک مہمان آ گیا۔ کوئی چارپائی خالی نہ تھی

اور سب سو رہے تھے حضرت صاحبؑ نے فرمایا ذرا ٹھہریئے میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔آپ تشریف لے گئے اور دیر تک واپس تشریف نہ لائے مہمان نے خیال کیا کہ شاید حضرتؑ بھول گئے ہیں اس نے ڈیوڑھی میں جھانکا تو دیکھا کہ ایک صاحب چارپائی بن رہے ہیں اور حضرت خود مٹی کا دیا لے کر کھڑے ہیں۔ چارپائی بنی گئی اور مہمان کو دی گئی اور ادھر مہمان صاحب عرق ندامت میں غرق ہو رہے تھے کہ میں نے آدھی رات کے وقت حضرت کو اس قدر تکلیف دی ادھر حضرت اقدس عذر فرما رہے تھے کہ۔’’معاف کرنا چارپائی لانے میں دیر ہوگئی۔‘‘

ابتدا میں مہمانوں کا کھانا حضورؑ کے گھر سے ہی آتا تھا حضور مہمان کی ضرورت کا خیال رکھتے تھے اور ایسا بھی وقوع میں آیا ہے کہ سردی کے موسم میں حضور نے مہمانوں کے لئے اپنا بستر باہر بھجوا دیا اور خود بغیر بستر کے رات گزار دی۔

’’جلسہ سالانہ کے موقع پر بہت سے آدمی اپنے بستر نہیں لائے تھے مہمانوں کے لئے اندر سے بستر لانے شروع کئے۔کارکن عشاء کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضور بغلوں میں ہاتھ دیئے بیٹھے ہیں۔ایک صاحبزادہ لیٹا تھا اسے شتری چوغہ اوڑھا رکھا تھا معلوم ہوا کہ آپؑ نے اپنا لحاف بھی مہمانوں کے لئے بھجوا دیا۔میں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی کپڑا نہیں رہا اور سردی بہت سخت ہے۔فرمانے لگے کہ مہمانوں کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور ہمارا کیا ہے۔رات گزر جائے گی پھر وہ کسی سے لحاف مانگ کر اُوپر لے گئے تو حضورؑ نے فرمایا کسی اور مہمان کو دے دو اور باوجود اصرار کے حضورؑ نے وہ لحاف نہ لیا۔(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ:۱۸۰)

’’محترم سیٹھی غلام نبی صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے لئے قادیان گیا سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی میں شام کے وقت قادیان پہنچا رات کو جب

کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً ۱۲ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے تھے ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے میں لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آ گیا تھا۔ میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اُٹھاتا ہے۔'' (سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ: ۷۷۰)

یہ جو دو لفظوں میں حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاص کا نقشہ کھینچا ہے یہ بہت ہی معنی خیز ہے۔ فرمایا کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہمان نوازی کی تکلیف میں لذت کو بہت دخل ہے اگر آپ کو لذت محسوس نہ ہو تو آپ مہمان نوازی کے بوجھ نہیں اُٹھا سکتے وہ مہمان نوازی جو چٹی محسوس ہو، جو تکلیف دہ ہو وہ مہمان نوازی ادا کرنا بہت ہی جان جوکھوں کا کام ہے لیکن وہ مہمان نوازی جو لذت پیدا کرتی ہو اس کے ساتھ بھی ایک تکلیف وابستہ ہے کیونکہ تکلیف تو بہرحال ہوگی جو وزنی پلنگ اُٹھائے گا جو بغیر گرم کپڑے کے رات بسر کرے گا اُسے تکلیف تو ہوگی مگر اس کے مقابل پر ایک لذت ہے جو اس تکلیف پر حاوی رہتی ہے۔ پس حضرت سیٹھی صاحب کا یہ فقرہ پڑھ کر میں نے بہت لطف اُٹھایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ بھی کیسے زیرک تھے اور کیسا عمدہ کلام فرماتے تھے کہ دو لفظوں میں نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک خلق کا نقشہ کھینچا بلکہ گہری فطرت کا راز بیان فرما دیا۔ پس آپ کو بھی مہمان نوازی میں لذت پانی ہوگی اور اس لذت یابی کے لئے مہمان نوازی کو کسی محبوب سے منسلک کر کے مہمان نوازی کریں تو لذت کا راز پا جائیں گے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ واقعات یاد کر کے مہمان نوازی کریں گے تو چونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کو پیار ہے یہی پیار آپ کے مہمانوں کی طرف

منتقل ہو جائے گا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی طرح لذت پاتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ پر نظر رکھتے تھے اور آپ کی مہمان نوازی کی لذت آپ کو حضور اکرم ﷺ سے عطا ہوا کرتی تھی اور یہ رشتے چلتے چلتے لازماً خدا تک پہنچتے ہیں۔ پس ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اگرچہ درمیان میں وسیلے تو موجود ہیں لیکن اچانک وسیلے غائب ہوتے دکھائی دیتے ہیں اور انسان خدا کی حضور میں آجاتا ہے اور اس کی لذتیں لافانی ہو جاتی ہیں۔ پس ان لذتوں کی تلاش کریں انہی کے ساتھ آپ کے حسن خلق میں دوام ہوگا آپ کا حسن خلق آپ کی ذات میں قرار پکڑ جائے گا آپ کے وجود کا حصہ بن جائے گا۔ اگر بوجھ کے ساتھ اخلاق برتیں گے وہ ایک عارضی اور فانی چیز ہوگی آج آئے اور کل چلے گئے کسی مشکل وقت میں وہ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے لیکن جو اخلاق اعلیٰ اور پاک نمونوں سے وابستہ ہو جاتے ہیں، جو دل میں لذت پیدا کرتے ہیں وہ ہر مشکل وقت ساتھ دیتے ہیں اور وفا کرتے ہیں اور کبھی انسان کو نہیں چھوڑتے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں۔ جب میں ۱۹۰۵ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا۔ اس وقت میرے دو بچے تھے۔ حضورؑ کے رہائشی صحن کے ساتھ والے کمرے میں رہتے تھے اور حضورؑ کے بولنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت اماں جانؓ حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اس وقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا قصہ سنایا۔۔۔

اب یہ قصہ تو ظاہر ہے کہ ان معنوں میں بے حقیقت ہے کہ ایک فرضی قصہ ہے عملی دنیا میں یہ ہو نہیں سکتا ناممکن بات ہے لیکن پرانے زمانے میں یہ رواج تھا کہ قصوں کی صورت میں اخلاقی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس میں جانور بھی باتیں کرتے تھے، بولتے تھے، اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اور کہانی سننے والے کو ایک اخلاق نصیب ہو جایا کرتا تھا۔ پس ان معنوں میں نہ کہ اُسے حقیقت سمجھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اماں جانؓ کو ایک قصہ سنایا۔ مفتی صاحب کہتے ہیں ہم نے وہ سارا قصہ سنا کیونکہ وہ آواز پتلی دیواروں سے ہمیں صاف پہنچ رہی تھی فرمایا۔

''دیکھو ایک دفعہ ایک مسافر کو جنگل میں شام ہوگئی وہ درخت کے

نیچے رات گزارنے کے لئے بیٹھ رہا اس درخت کے اوپر ایک پرندے کا آشیانہ تھا پرندہ اپنی ماں سے باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمیں پر آ بیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اس کی مہمان نوازی کریں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں اس کی سردی دور کرنے کے لئے اپنے آشیانے کی لکڑیاں نیچے پھینک دیں تا کہ یہ جلا کر سینک لے چنانچہ ایسا ہی کیا۔ پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے مہمان کو بہم پہنچائی اب ہمیں چاہئے کہ اسے کھانے کو بھی کچھ دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھا لے چنانچہ پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا''۔ (ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ :۸۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قصہ حضرت اماں جانؓ کے کانوں تک نہیں ٹھہرا آپ کے دل پر جا کر شبنم کی طرح گرتا رہا اور اُسے ایک لافانی لذت سے سیراب کر گیا اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روزمرہ کا خلق یہی تھا۔ جب سردی کی ضرورت پیش آئی تو خود اپنا لباس مہمانوں کے پاس پیش کر دیا، جب کھانے کی ضرورت پیش آئی تو اپنا کھانا اُن کے حضور پیش کر دیا۔ تو جو کچھ انسان کو مکلّف بنایا گیا وہ سب کچھ آپ نے اپنے دل کی محبت اور طبعی جوش کے ساتھ کر دکھایا۔ بس یہ قصہ تب اثر انداز ہوتا ہے جب ایک شخص صاحب خلق ہو اور انسان کا دل گواہی دے کہ جو کچھ کہتا ہے اس کے ساتھ اس کے قلبی جذبات شامل ہیں۔

پس یہ بھی ایک دو دنوں کی مہمان نوازی کی بات نہیں۔ یہ روزمرہ کی زندگی کے قصے ہیں۔ جلسہ کے مہمانوں کی تیاری کے لئے آپ کو سارا سال محنت کرنی چاہئے اور سارا سال اپنے گھر کی تربیت کرنی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جب یہ مہمانوں کے موسم آئیں تو پھر مہمانوں کے حق اسی طرح ادا ہوں جس طرح انبیاءؑ اور اُن سے محبت کرنے والے حق ادا کیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد جہاں تک مہمانوں کی خدمت کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ نصیحت کی مزید کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

اب مہمانوں کو بھی تو کچھ بتانا چاہئے کہ میزبانوں کے بھی کچھ حقوق ہیں ان کو بھی وہ ادا

کریں۔ میزبان تو گونگا ہو جاتا ہے وہ تکلیف اٹھاتا ہے اور کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنے سامنے ایسی حرکتیں دیکھتا ہے جن کا بوجھ اُٹھانے کی اس کو طاقت نہیں لیکن خاموش ہے۔ مثلاً باہر سے آنے والے جب یہاں ہر گھر میں فون دیکھتے ہیں اور ان پر تالے بھی نہیں پڑے ہوتے اور براہ راست ٹیلی فون کے ذریعہ وہ دنیا میں ہر جگہ رابطے کر سکتے ہیں تو کچھ اُن کے سامنے اور کچھ موقع کی تلاش کر کے ایسے وقت میں جبکہ میزبان گھر پر موجود نہ ہو یا سن نہ رہے ہوں ان فونوں کا بے دھڑک استعمال کرتے ہیں اور نتیجۃً بعض دفعہ غریب گھرانوں میں میزبانی کا اتنا بوجھ نہیں پڑتا جتنا فونوں کا پڑتا ہے اور وہ مہینوں ان کے بل ادا کرتے کرتے اپنی سب آمد قریباً اسی پر لٹا بیٹھتے ہیں۔ پس مہمانوں کو بھی خدا کا خوف کرنا چاہئے میزبان نے اپنی توفیق کے مطابق آپ کی خدمت کی اور لِلّٰہ کی۔ تو کوئی مقصد نہیں تھا اکثر تو وہ ہمیں جو محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتے ایک دوسرے سے متعلق ہوئے ہیں۔ ذاتی مہمان بھی آتے ہیں لیکن ان دنوں میں اکثر مہمان ذاتی نہیں بلکہ الٰہی مہمان ہیں تو میزبانوں کے بھی حقوق ہیں۔ مہمانوں کو چاہئے ان حقوق کا خیال رکھیں۔

یہاں اس طرح نوکر نہیں ملتے جس طرح متمول لوگ یا درمیانے طبقہ کے لوگ بھی پاکستان اور ہندوستان میں اگر سارے وقت کا نوکر نہیں جز وقتی نوکر حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ یہاں تو ساری محنت میزبانوں کو خود کرنی پڑتی ہے۔ انگلستان میں رہنے والے خصوصاً لندن کی جو خواتین اُن کا تو یہ حال ہے کہ خدا کے فضل سے دینی خدمت بھی اتنی بھر پور کرتی ہیں کہ بعض دفعہ میں تعجب سے دیکھتا ہوں کہ اپنے روزمرہ کے بوجھ اُٹھانے کے بعد ان کو یہ فرصت کہاں سے مل جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد خاوند اور بچوں کا خیال رکھنا ان کو تیار کرنا روزمرہ کے کام ہی اتنے ہیں ان کو سمیٹنا ہی بہت وقت چاہتا ہے۔ ایسے میں اگر تھوڑی جگہ میں زیادہ مہمان آجائیں تو اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان پر کتنا بوجھ پڑتا ہوگا۔ تو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ میزبانوں کا ہاتھ بٹائیں اور کام کو ہلکا کریں۔ ہاتھ بٹانے کے وقت یہ بھی خیال رکھیں بعض دفعہ میزبان یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا ہاتھ بٹایا جائے۔ ایسی صورت میں زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ مختلف مزاج کے میزبان ہیں اگر پیار سے اُن کو سمجھا کر اُن کو آمادہ کر لیں کہ ہماری خواہش ہے کہ آپ کی مدد کریں تو پھر ٹھیک ہے کہ ہاتھ بٹائیں لیکن زبردستی چھینا جھپٹی نہ کریں کہ نہیں ہم نے آپ کو پلیٹ نہیں اُٹھانے دینی۔ ہم اُٹھائیں گے کئی دفعہ چھینا جھپٹی میں قیمتی برتن بھی

ٹوٹ جاتے ہیں اور اُلٹے لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

پس ایک تو اس بات کا خیال رکھیں۔ دوسرے اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کے بچے میزبانوں کے بچوں کے ساتھ مل کر قیامت برپا نہ کریں۔ بچوں کی فطرت میں یہ بات ہے کہ اکیلے گھر کے بچے اگر ایک درجے کا شور کر سکتے ہیں تو دو گھروں کے بچے گیارہ یا بیس یا بائیس درجہ کا شور کر سکتے ہیں اور دونوں کو کھل کر کھیلنے کی چھٹی مل جاتی ہے کیونکہ اس خیال سے کہ دوسرے ماں باپ برا نہ منائیں۔ دونوں کے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس کے گھر پر یہ بچے قیامت ڈھا دیتے ہیں اُن کی کوئی چیز سلامت نہیں رہتی، گندگی ہر طرف پھیل جاتی ہے، کئی چیزوں کے واقعةً نقصان ہو جاتے ہیں، شور فساد مصیبت اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ مہمان تو جب چاہے اپنے بچوں کو الگ کر لے لیکن میزبان کے لئے بڑا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ادب کے خلاف ہے کہ مہمان کے بچوں کو کسی رنگ میں بھی کچھ کہا جائے۔ اس سے اُن کو تکلیف پہنچے گی تو وہ مائیں جو اپنے بچوں کو دوسروں کے ہاں شور کرنے اور ان کی چیزیں خراب کرنے یا تنگ کرنے کی چھٹی دیتی ہیں وہ بڑی ظالم مائیں ہیں وہ وقتی طور پر صرف میزبان کو نقصان نہیں پہنچاتیں بلکہ اپنی اولاد کو ہمیشہ کے لئے خراب کر رہی ہوتی ہیں ایسے بچوں میں سے تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ ان میں ایثار نہیں رہتا، وہ دوسروں کا احساس کرنے کے جذبات سے عاری ہو جاتے ہیں اور قوم کو پھر بدخلق لوگ ملتے ہیں پس ماؤں کو چاہئے کہ صاحب خلق کو اپنی گودوں میں پالیں اور بڑا کریں اور ایسی حالت میں انہیں قوم کے سپرد کریں کہ ان کے اخلاق سنور چکے ہوں اور وہ قومی اخلاق سے آراستہ ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ عمدہ معاشرت کا سلوک کریں، معاشرتی حقوق ادا کریں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بچے کے بچپن میں یہ باتیں بگڑا کرتی ہیں، جن ماؤں نے اپنی اولاد کو کھلی چھٹی دے رکھی ہو کہ جو چاہیں کریں ان کی اولاد بڑی ہو کر لازماً معاشرے کو نقصان پہنچاتی ہے پس آپ جبکہ مہمان بن کر مختلف جگہوں سے آئیں گے تو اگر آپ کے بچے ساتھ ہیں تو ان کو لگام دیں اور پوری طرح اس بات کا احساس کریں کہ ان کی وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

پھر گپّوں کی مجالس سے پرہیز کیا کریں بعض لوگ بیٹھ جاتے ہیں اور گپوں کی لمبی مجالس چلاتے ہیں۔ یہ رواج کوئی آج کا رواج نہیں یہ انسانی فطرت کے ساتھ تعلق رکھنے والا دیرینہ رواج

ہے۔قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جب تم لوگوں کو کھانے پر بلایا کریں تو گپ شپ میں مصروف ہو کر نبیؐ کو تکلیف نہ دیا کرو۔آپ اندازہ کریں کہ آنحضرت ﷺ کا کتنا گہرا احترام آپؐ کے غلاموں کو تھا لیکن گپ شپ کی عادت ایک ایسی گہری عادت ہے کہ جس قوم میں پڑ جائے وہ احترام کے باوجود بھی باز نہیں رہ سکتی اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کو واضح طور پر یہ نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔آج روزمرہ کے تعلقات میں تو وہ احترام تو کوئی کردار ادا نہیں کر رہا جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کیا کرتا تھا اس کے باوجود یہ حال تھا۔تو یہاں تو ایسا ہوگا کہ بعض دفعہ ساری ساری رات بیٹھ کر گپیں ماری جائیں گی اور صبح ہو جائے گی اور جن بیچارے لوگوں نے کام پر جانا ہے اُن کو مصیبت وہ اپنے اخلاق کے مظاہرے میں اس خیال سے کہ مہمان یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ساتھ بیٹھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔تو وقت پر اُٹھا کریں وقت پر سویا کریں اور گپیں مارنی ہیں تو الگ ہو کر کسی باہر کی جگہ پر ماریں لیکن واپسی کے اوقات کا پھر بھی خیال رکھنا ہوگا کیونکہ وہ لوگ جو کسی کے ہاں مہمان ٹھہرتے ہیں اور یہ بتائے بغیر اپنی شاپنگ کے لئے چلے جاتے ہیں کہ ہم نے کھانا باہر کھانا ہے اور پھر دیر سے آتے ہیں اور ان کا انتظار ہوتا رہتا ہے یا رات کو دیر میں آئے اور جگایا اور تنگ کیا کہ ہم فلاں جگہ سیر کے لئے چلے گئے تھے، وہ اپنے میزبانوں کے لئے بڑی پریشانی کا موجب بنتے ہیں۔سیریں اپنی جگہ اور انسانی حقوق اپنی جگہ کسی کا حق تلف کر کے آپ کو سیر کرنے کا حق نہیں ہے۔حقوق ادا کریں پھر یہ نفلی کام ہیں جیسے چاہیں کریں۔

قرض لینے سے حتی المقدور پرہیز کریں کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ باہر سے آنے والے بہت سے یہاں آکر مہمانی کا لطف بھی اُٹھاتے ہیں اور پھر وقتاً فوقتاً قرض بھی لے جاتے ہیں اور بسا اوقات یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ کی بچی کی شادی ہے ہم آپ کو وہاں سے کیوں نہ جہیز بنا دیں، وہاں بہت اچھا زیور بنتا ہے، وہاں بہت اچھے کپڑے سلتے ہیں۔یہاں جو پچاس پاؤنڈ میں آپ کو جوڑا ملتا ہے وہ کراچی لاہور میں دس دس پاؤنڈ میں مل جاتا ہے۔ایسی باتیں کرتے ہیں اور یہاں کے بیچارے سادہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بہت اچھا موقع ہے پھر کب نصیب ہوگا وہ اُن کے سپرد رقمیں کر دیتے ہیں اور بعد میں اس وقت مجھے پتا چلتا ہے جب سال کے بعد یا دو سال کے بعد یہ چٹھی آتی ہے کہ فلاں صاحب آئے تھے ہم نے تو یہاں خدمت کی، خاطر کی لیکن وہاں سے جواب بھی نہیں آرہا کہاں غائب ہو گئے

کچھ نہیں پتا لگ رہا اور بچی کی شادی کا وقت بھی قریب آرہا ہے کچھ پتا نہیں وہ پیسے کہاں گئے؟ پھر میں اُن کو لکھتا ہوں، تلاش کرتا ہوں اور بسا اوقات سختی بھی کرنی پڑتی ہے ۔یہ واقعہ نہیں ہونا چاہئے احمدیوں میں یہ بات بہت ہی بیہودہ اور نامناسب ہے کہاں اعلیٰ اخلاق کے مظاہرے ہو رہے ہوں اور کہاں ایسی بددیانتی اور بدنصیبی کہ جس کے ہاتھ کی روٹی کھا کر گئے ہوں اسی کے ساتھ دھوکہ اور اسی پر ظلم یہ تو بہت ہی زیادہ سفّا کی ہے، عام حالات میں جماعت کو مالی لین دین میں بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہئے۔کئی دفعہ میں نے خطبات میں نصیحت کی ہے اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ دن بدن جماعت اس معاملہ میں سدھر رہی ہے۔کئی ایسے لوگ ہیں جو پیشہ ور لین دین میں خرابی کرنے والے ہیں وہ تو ابھی بھی ہیں۔ان کے لمبے پیشے ہو چکے ہیں ان کی عادتوں میں یہ مرگی کی بیماری ایسی پڑ گئی ہے کہ اب رکتی نہیں مگر اللہ کے فضل سے عام معاشرے میں اس بات کا بہت احساس پیدا ہو چکا ہے اور خدا کے فضل سے احمدی اپنے دیگر معاشرے کے ساتھیوں کے مقابل پر لین دین میں زیادہ صاف ستھرا ہے اور خیال رکھتا ہے اور میری دعا یہ ہے کہ کوئی بھی احمدی ایسا نہ ہو جو لین دین میں بد معاملگی کرے کیونکہ اس کے بہت بد اثرات مترتب ہوتے ہیں اور لین دین میں بددیانتی کرنے والوں کی اولادیں بھی ناپاک ہو جاتی ہیں ان میں بے برکتیاں پڑتی ہیں اور وہ پھر بہت دکھ اُٹھاتے ہیں۔بعض ایسے ہیں جنہوں نے آخر پر اپنی ساری جائیدادیں لٹا دیں اور کنگال ہو کر بیٹھ رہے اس لئے کہ جب وقت تھا لوگوں کو لوٹا کھایا پیا اور بعد میں سر چھپاتے پھرتے ہیں، بھاگتے پھرتے ہیں کہیں ان کو پناہ نہیں ملتی، جھوٹ پر جھوٹ بولنا پڑتا ہے، ساری زندگی برباد ہو جاتی ہے۔تو خدا کی پکڑ تو آتی ہے مگر اس کے آنے سے پہلے بچ جانا چاہئے۔خدا کی خاطر اور قوم کے نام کی خاطر کیونکہ اس قوم کے اخلاق کو دیکھ کر بہت سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اس خاطر کہ لین دین کے معاملات میں صاف ستھرے ہو جائیں کہ اللہ کے لئے اگر ہم اپنے اخلاق سنواریں گے تو اللہ کے لئے آنے والوں کے لئے آسانی پیدا کریں گے پس آپ لین دین کے معاملہ میں صاف ستھرے ہو جائیں آپ کے متعلق کبھی کسی قسم کی شکایت نہیں آنی چاہئے۔

ایک بات یہ ہے کہ جب آتے ہیں تو پھر جانے کا بھی نام لیا کریں۔بعض ایسے آتے ہیں کہ آکے پھر وہیں کے ہو رہتے ہیں اور میزبان کو کچھ سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کروں کس طرح ان کو

سمجھاؤں کہ بہت ہو گیا، ہم لوگ تھک گئے ہیں اتنی لمبی عادت نہیں ہے، تکلیف ہو رہی ہے لیکن وہ جانے کا نام ہی نہیں لیتے وہ ایسی ہی کیفیت ہو جاتی ہے جیسے ایک عرب شاعر کا یہ شعر جو میں پڑھ کر سُناؤں گا ایک کہانی میں جڑا گیا ہے کہ ایک صاحب جن کو بہت کھانے کی عادت تھی وہ ایک دفعہ کسی سفر میں روانہ ہوئے رستے میں کسی کے ہاں ٹھہرے اور وہ اتنا کھاتے تھے کہ جب میزبان روٹی لے کر آتا تھا اور سالن کے لئے دوڑتا تھا تو سالن آنے تک روٹی کھا چکے ہوتے تھے اور جب وہ روٹی کے لئے دوڑتا تھا تو وہ روٹی آنے تک سالن کھا چکے ہوتے تھے اور ایسا کئی بار ہوتا تھا اور وہ جانے کا نام بھی نہیں لے رہے تھے۔ تو میزبان نے اشارۃً اُن کو یاد دلانے کے لئے کہ آپ نے روانہ بھی ہونا ہے کہ نہیں اُن سے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں، کس طرف کا ارادہ تو ہے انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ایک حکیم کا نام سُنا ہے کہ معدہ کا بہت اچھا علاج کرتا ہے مجھے بھوک نہیں لگتی تو میں اس کی طرف جا رہا ہوں تو اس نے کہا ٹھیک ہے میں سمجھ گیا ہوں لیکن جب آپ واپس تشریف لائیں تو میری ایک درخواست ہے اُسے ذہن نشین کر لیجئے۔

یا ضیفنا ان عدتنا لوجدتّنا
نحن الضیوف وانت رب المنزل

کہ اے ہمارے معزز مہمان جب تو دوبارہ ہماری زیارت کرے تو اس حال میں تو ہمیں پائے گا کہ ہم تیرے مہمان ہوں گے اور تو ہمارا میزبان ہوگا۔

یہاں بعض گھرانوں کی واقعۃً ایسی ہی کیفیت ہو جاتی ہے کہ گھر والے تو بیچارے مہمان بن کر رہتے ہیں اور مہمان میزبان بن چکے ہوتے ہیں۔ بار بار سمجھایا گیا ہے آنے والوں کو لکھ کر بھی نصیحتیں کی گئی ہیں کہ خدارا ان باتوں کا خیال رکھو اور وقت کے اوپر جاؤ اور صرف میزبانوں کے لحاظ سے نہیں حکومت کے لحاظ سے بھی جماعت نے جو وعدے کئے ہیں ان کا پاس کرو کیونکہ ایک فرد کی عزت بھی بڑے احترام کے لائق چیز ہے لیکن جماعت کی عزت اتنی بالا اور اتنی وسیع ہے اور اس کی اتنی قدر قیمت ہونی چاہئے کہ اس کے مقابل پر ہر انسان کی ذاتی ضرورتیں قُربان ہو جانے کے لائق ہیں لیکن جماعت کی عزت اور نام کو قُربان نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ لوگ جو انگریزی حکومت سے یہ کہہ کر ویزا لیتے ہیں کہ ہم ایک مقدس جلسہ پر جا رہے ہیں اپنے امام کو دیکھے ہوئے ترس گئے، مدتیں

ہو گئیں ہیں اُسے ملے ہوئے اس نیت سے ہم آئے ہیں کہ وہاں جائیں اور اپنی روحانی پیاس بجھائیں، وہ جب یہاں آتے ہیں تو اُن میں بعض کہتے ہیں جب روحانی پیاس بجھ رہی ہے تو جسمانی پیاس بھی ساتھ ہی بجھ جائے اور یہیں اسائلم لے لیا جائے۔ بعض پھر آ کر مجھ سے پوچھتے ہیں اور اجازت بھی لیتے ہیں کہ کیوں نہ فائدہ اُٹھائیں اور ساتھ ہی اسائلم بھی لے لیں۔ میں اُن سے کہتا ہوں کہ خدا کا خوف کرو اگر فائدہ اٹھانا ہے تو جماعت سے باہر نکل کر اُٹھاؤ۔ جس احمدی کے دل میں جماعت کی ناموس کا خیال نہیں ہے، اس کے وعدے کا پاس نہیں ہے، جماعت کی عزت کو اپنے چند کوڑی کے فائدوں کے لئے پاؤں تلے روندنے پر آمادہ ہے تو اس کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں اور یہ ایسی سزا نہیں ہے جو فوراً معاف ہو جائے یہ کبھی معاف نہیں ہوگی کیونکہ تم نے ساری زندگی کا سودا کر لیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ دنیا کے عارضی چند ٹکوں کی خاطر اعلیٰ اقدار کے سودے نہ کیا کرو۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ساری زندگی کا سودا کر لیا ہے انہوں نے تو شیطان کے پاس اپنے آپ کو بیچ دیا اُن کا پھر کبھی جماعت سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اُن کے ساتھ پھر دنیا میں کیا سلوک ہوگا لیکن اُس دنیا میں بھی جہاں تک میں قرآن کریم کا پیغام سمجھتا ہوں اللہ کی مرضی ہے جس کو چاہے معاف کرے مگر ایسے لوگ بالعموم قبول نہیں کئے جائیں گے۔ اس لئے آپ خدا کا خوف کریں اور میزبانوں سے بھی مناسب وقت کے اندر ایسے وقت میں رخصت ہوں کہ جب آپ رخصت ہو رہے ہوں تو وہ شکر نہ کریں بلکہ اُن کے دل غم سے بھرے ہوئے ہوں جب آپ آئیں تو ان کے دل خوشیوں سے معمور ہوں جب آپ جائیں تو رو رہے ہوں۔ ویسی ہی کیفیت ہو جیسے کسی نے ایک بچے کے متعلق ایک شعر کہا ہے کہ اے انسان تو ایسی حالت میں دنیا میں آیا کہ سب خوش تھے اور تو اکیلا رو رہا تھا۔ اس طرح دنیا سے جانا کہ تو اکیلا خوش ہو اور سب رو رہے ہوں۔ تو اے آنے والے مہمانو! اس سے سبق سیکھو اس حالت میں آؤ کہ اپنے گھروں کو یاد کر کے جیسے بھی تمہیں تکلیف ہو تو بے شک رو دو لیکن کھلے ہاتھوں تمہارا استقبال کیا جائے جہاں جاؤ وہاں کے گھروں کو خوشیوں سے بھر دو اور ایسے اخلاق کا مظاہرہ کرو کہ جب روانہ ہو تو تم خوش ہو کہ میں نے ایک بوجھ اُتار دیا اور تمہیں رخصت کرنے والے رو رہے ہوں کہ آئندہ جب بھی تم آؤ کھلے ہاتھوں کے ساتھ تمہارا استقبال کیا جائے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ (آمین)